جمہوری ترکی کے قومی شاعر محمد عاکف ارسوی کے اشعار میں برصغیر کا کھینچا گیا نقشہ

حاقان قیوجو
شعبۂ اردو، سلجوق یونیورسٹی، قونیہ، ترکی

Abstract

Muhammad Aqif is a one of prominent figure of Turk literature. Aqif described the political problems and social issues of subcontinent in his poetry. The present article attempts to determine the social, cultural, and political issues of subcontinent.

ہر قوم میں بعض افراد ایسے پیدا ہوتے ہیں جو اپنی قوم پر کبھی نہ مٹنے والے نقوش اور اثرات مرتب کر جاتے ہیں۔ یہ عظیم افراد اپنا آج اپنی قوم کے نئی نسلوں کے کل کو روشن مستقبل میں تبدیل کرنے کے لیے قربان کر دیتے ہیں۔ ہر ملت میں ایسے بہت سے لوگ ہوتے ہیں لیکن بعض افراد ایسے ہوتے ہیں کہ وہ بلندی کی اس منزل پر پہنچ جاتے ہیں جہاں انسان پہنچ کر یا امر ہو جاتا ہے یا دیوتا۔ وہ فرد کسی بھی شعبہ سے ہو سکتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ کوئی بادشاہ ہو یا ٹاٹ کے مصلے پر بیٹھنے والا فقیر، وہ کسی مدرسہ میں پڑھانے والا عظیم فقیہی بھی ہو سکتا ہے اور میدان جنگ میں تلوار کے جوہر دکھانے والا سپاہی بھی۔ وہ کوئی فلسفی اور شاعر بھی ہو سکتا ہے تو آزادی کی جدوجہد کرنے والا کوئی راندہ درگاہ بھی۔ ایسے نابغہ روزگار محض اپنی ذات کے لیے ہی آزادی یا خوشحالی کے متمنی نہیں ہوتے بلکہ جس قوم کے وہ فرد ہوتے ہیں اس قوم کی بھی آزادی اور خوشحالی کے لیے اپنی غیر معمولی صلاحیتوں کو بروکار لا کر تاریخ کا دھارا بدل دیتے ہیں۔ قوم کے دکھ کا درد انہیں ایسے ہی محسوس ہوتا ہے جیسے کسی ماں کے سامنے اس کے اکلوتے بیٹے کو اذیت دی جارہی ہو تو بیٹے کے ساتھ ساتھ ماں بھی اذیت میں مبتلاء ہو جاتی ہے۔ امیر مینائی کے الفاظ میں

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیر
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

اور اپنی ملت کی خوشی انہیں ایسی ہی محسوس ہوتی ہے جیسے کسی ارتھوڈوکس عیسائی کو فادر کے سامنے اپنے گناہوں کا اعتراف کر کے خوشی محسوس ہوتی ہے۔ درحقیقت ایسے جینیس افراد اس قوم کے نمائندے ہوتے ہیں جو

اپنی قوم کی رہبری کا بیڑا اٹھاتے ہیں اور قوم کی ناؤ کو ہر طرح کے طوفانوں اور رہزنوں سے بچا کر منڈھیر پر لگا دیتے ہیں۔ جمہوری ترکی کے قومی ترانہ کے خالق اور ترکی کے قومی شاعر محمد عاکف ارسوئے بھی انہیں افراد میں ایک بلند قامت ترک شاعر ہیں۔

قفس کے ہولئے ہم تو مگر اے اہلِ گلشن تم
ہمیں بھی یاد کرلینا چمن میں جب بہار آئے

عظیم ترک شاعر و فلسفی محمد عاکف ارسوئے بھی ترک قوم کے لیے ایسی ہی ایک شخصیت ہیں جنہوں نے اپنی شاعری میں ترک قوم کے مصائب و تاریخ کو ایسی پر اثر شاعری کی زبان میں بیان کیا جس نے ان کو امر کر دیا اور جس کی وجہ سے عاکف نے ترک قوم کے دلوں میں گھر کرلیا ہے۔ محمد عاکف ارسوئے محض ترکی کے قومی ترانہ کے خالق ہی نہیں ہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ وطن، قوم، علم، آزادی کے صحیح معنوں کی بھی تشریح کرنے والے علمی شخصیت اور فلسفی ہیں۔ ترکی کی جنگ آزادی میں انہوں نے جہاد بالقلم کے ساتھ ساتھ جہاد بالسیف بھی کیا۔ اور پورے اناطولیہ کی مساجد، مدارس، خانقاہوں کے دورے کر کے ہر فرد کو جنگ کے لیے تیار کرنے کے ساتھ ساتھ چناق قلعہ کی جنگ میں بذاتِ خود بھی فوج کے جوانوں کے ساتھ کندھے سے کندھا ملا کر اگلے مورچوں پر لڑائی میں حصہ لیا تھا۔ ہماری اس نشست کے بنیادی موضوع محمد عاکف ارسوئے کے کلام میں تذکرہ ہندوستان ہے لیکن اس سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایک نظر اس عظیم شاعر کی دکھی ذاتی زندگی پر بھی ڈال لی جائے۔

عاکف کے والد کا تعلق اس وقت کی عثمانی سلطنت کے ایک صوبہ البانیہ کے چھوٹے سے گاؤں سوچیسا سے تھا۔ جو بغرض تعلیم استنبول آئے اور پھر تحصیل علم کے بعد استنبول ہی میں فاتح مدرسہ میں مدرس کے فرائض سرانجام دینے لگ گئے تھے۔ جبکہ والدہ کا تعلق بخارا سے تھا اور وہ اپنے خاندان کے ساتھ اناطولیہ کے مغربی حصہ کے ایک صوبہ توکات میں آ کر بس گئیں تھیں۔

محمد عاکف ارسوئے ۲۰ دسمبر ۱۸۷۳ء میں استنبول کے ضلع فاتح کے ایک گاؤں زردوں والا میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر سے ہی حاصل کی، ۱۸۷۹ء میں پرائمری سکول میں داخلہ لیا جہاں ان کے والد بطور عربی معلم فرائض انجام دے رہے تھے۔ ۱۸۸۲ء میں فاتح کے مرکزی ہائی سکول میں داخلہ لے لیا۔ یہاں بھی والد سے عربی اور اپنے دادا سے فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ کہتے ہیں کہ بڑے آدمی کا بچپن بھی بڑا ہوتا ہے۔ عاکف کو اس زمرے میں اگر دیکھا جائے تو ہمارے سامنے یہ آتا ہے کہ ہائی سکول کے زمانہ میں ہی عاکف نے نہ صرف عربی و فارسی پر مکمل عبور حاصل کرلیا تھا بلکہ فرانسیسی اور ترکی زبان میں بھی ہمیشہ کلاس میں اول آتے تھے۔ ۱۸۸۹ء میں استنبول یونیورسٹی کی زراعت اور ویٹرنری فیکلٹی میں داخلہ لیا اور ۱۸۹۳ء میں یونیورسٹی کی تعلیم کلاس میں اول پوزیشن لیکر مکمل کی۔

محمد عاکف ارسوئے کی شادی خانہ آبادی یکم ستمبر ۱۸۸۹ء میں پچیس برس کی عمر میں فوج میں خزانچی کے

فرائض سرانجام دینے والے محمد امین کی بیٹی عصمت خاتون سے ہوئی۔ اللہ نے اس نو بیلے جوڑے کو پہلے تین بیٹیوں اور پھر تین بیٹوں سے نواز۔ بچوں کے اسماء کچھ اس طرح تھے۔ جمیلہ، فریدہ، سودا، ابراہیم، امین اور طاہر۔ عاکف کے بچوں نے ابتدائی تعلیم اپنے دادا اور باپ سے ہی حاصل کی تھی۔ یوں ان کے ہر بچے کو مادری زبان، ترکی زبان اور اس کے علاوہ کسی ایک مشرقی اور مغربی زبان پر مکمل عبور حاصل تھا۔

تکمیلِ تعلیم کے اگلے ۲۰ برس تک اسی جامعہ میں بطور ریسرچ آفیسر کام کیا۔ ۱۹۱۳ء میں انتظامیہ سے اختلافات کی وجہ سے عہدہ سے استعفیٰ دے دیا۔ اگرچہ ان کی ذمہ داری کا مرکز تو استنبول ہی تھا لیکن عاکف نے روم، اناطولیہ، بلکان اور عرب علاقوں میں بھی فرائض کو سرانجام دیا۔ وہ اکثر ان علاقوں کے گاؤں میں جاتے تھے اور کم پڑھے لکھے دیہاتیوں کو جانوروں کو بیماریوں سے بچاؤ کے طریقوں سمیت زراعت کے متعلقہ امور پر معلومات اور مفید مشورے دیتے تھے۔ اس ذمہ داری کے دوران انہیں عوام کو بہت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا جس نے آگے چل کر ان کی سوچ میں انقلابی تبدیلی پیدا کر دی جو ان کے اشعار میں جا بجا نظر آتی ہے۔ عالمی جنگ اول کے دوران ۱۹۱۴ء میں جرمنی میں محصور مسلمانوں کی بحفاظتی عثمانی علاقوں تک واپسی کے لیے تشکیل دی گئی فوج میں بھرتی ہو گئے اور جرمنی چلے گئے۔

جس دوسری چیز نے عاکف کے ذہن اور سوچ پر اثر کیا وہ جنگیں تھیں جو عثمانیوں کو اپنے دورِ زوال میں تسلسل کے ساتھ لڑنی پڑیں تھیں۔ عثمانی فوجوں کو ۱۸۷۷ء میں روس، ۱۸۹۵ء میں یونان کے ساتھ جنگیں لڑنی پڑیں۔ ابھی فوجوں کو ان جنگوں سے مکمل طور پر فراغت بھی حاصل نہ ہوئی تھی کہ ۱۹۱۲ء میں بلقان کی جنگیں شروع ہو گئیں۔ ایک طرف بلقان جنگوں میں عثمانی سلطنت اپنے صوبہ جات کھو دیے تو دوسری طرف پہلی جنگِ عظیم شروع ہو گئی۔ ابھی یہ جنگ ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ ۱۹۱۹ء عثمانی فوجوں کو اناطولیہ کو بچانے کے لیے اپنی بقاء مشہور چانق قلعہ کی جنگ لڑنا پڑی۔ یوں عاکف نے اپنی آنکھوں سے سلطنت کے حصوں کو بکھرتے، اپنی زمینوں پر غیروں کے قبضوں، جنگوں کے شعلوں کو گرتے، بچوں کو یتیم اور عورتوں کو بیوہ ہوتے اور دیکھا تھا جس کی وجہ سے عاکف اکثر اداسی کا شکار رہنے لگے تھے۔ نہ جانے کیوں ہر حساس آدمی اداس زندگی ہی کیوں گزارتا ہے۔ ایک بعید از ملال اور خوشی والی زندگی گزارنے کے لیے انسان کا بے حس ہونا ضروری ہے کیا؟ اگر ایسا ہی ہے تو یہ کسی شاعر کو نصیب نہیں ہو سکتی اور عاکف جیسے حساس شاعر کو تو قطعاً نصیب نہ ہو سکتی تھی۔ اور وہ اپنے تئیں آزادی کی بھرپور جہد و جہد کرتا ہے۔

میرے ہاتھ میں قلم ہے میرے ذہن میں اجالا
مجھے کب دبا سکے گا کوئی ظلمتوں کا پالا
مجھے فکر امن عالم، تجھے اپنی ذات کا غم
میں طلوع ہو رہا ہوں تو غروب ہونے والا

البتہ ان سب کٹھن حالات میں بھی امید کا دامن عاکف نے کبھی نہیں چھوڑا۔ جیسا کہ وہ ترکی جمہوری کے قومی ترانہ کے مشہور اشعار میں کہتے ہیں

Korkma,sönmez buSafaklardayüzenalsancak;

Sönmedenyurdumunüstündetütenensonocak...

Obenimmilletiminyildizidir,parlayacak;

Obenimdir,obenimmilletimindirancak.

ڈر کیسا! یہ شفق رنگ فضاؤں میں تیرنے، چمکنے اور لہرانے والا سرخ پرچم
اس وقت تک لہراتا رہے گا جب تک ہمارے وطن کے سب سے آخری خاندان کا چراغِ حیات گل نہ ہو جائے۔
یہ ہماری ملت کی قسمت کا تارا ہے، جو روشن ہے اور روشن رہے گا۔
یہ ہمارا اور صرف ہمارا ہے۔

Çatma,kurbanolayim,çehreneeynazlihilal!

Kahramanirkimabirgül...NebuSiddet,bucelal?

Sanaolmazdökülenkanlarimizsonrahelal;

Hakkidir,Hakk'atapan,milletiministiklal.

اے پیارے ہلال، تیرے قربان جاؤں۔ تیرے چہرے پر رنج وغم کیسا؟
غصہ اور جلال کی یہ شدت کیسی؟ تو ہماری بہادر قوم کو دیکھ کر ایک بار مسکرا دے،
ورنہ ہم نے جو خون بہایا ہے وہ ہلال کی شکل اختیار نہ کر سکے گا۔
استقلال اور آزادی خدائے برحق کو پوجنے والی اس ملت کا حق ہے۔

Arkadas!Yurduma alçaklariugratmasakin;

Siperetgövdeni,dursunbuhayâsizcaakin.

DoIacakt Irsanava'dettigigünlerHakk'in...

Kimbilir,belkiyarin,belkiyarindandayakin.

اے برادران وطن خبردار، یہ بزدل آگے نہ بڑھ پائیں۔
اپنے سینوں کو سپر بنا دو اور بے شرموں کے حملے کو روک دو۔
اللہ نے جس دن کا وعدہ کیا ہے وہ طلوع ہو کر رہے گا
کون جانتا ہے کہ وہ کل ہی طلوع ہو جائے؟ یا کل سے بھی پہلے

Ruhumunsenden Ilahisudurancakemeli:

Degmesinma'bedimingögsünena-mahremeli;

Buezanlarki,Sehadetleridinintemeli,

Ebedi,yurdumunüstündebeniminlemeli.

اے اللہ! ہم اپنی روح کی گہرائیوں سے تیری بارگاہ میں التجا کرتے ہیں
کہ ہماری عبادت گاہوں تک نامحرموں کی رسائی نہ ہو
یہ اذانیں جو تیرے دین کی شہادت (گواہی) دیتی ہیں
تاابد ہمارے وطن کے طول وعرض میں گونجتی رہیں۔

محمد عاکف ارسوئے نے جس طرح اداسی اور تنہائی کی زندگی گزاری تھی اسی طرح ان کی زندگی کا اختتام بھی تنہائی اور اداسی کی حالت میں ہی ہوا۔

میں وہ رونے والا جہاں سے چلا ہوں
جسے ابر ہر سال روتا رہے گا

یہ گتھی میں آج تک نہیں سلجھا پایا کہ خاوراں کے ہر عظیم انسان کی زندگی ایک ماتمی گیت کی طرح ہی کیوں ختم ہوتی ہے۔؟ ترکی کی پہلی قومی اسمبلی میں بطور رکن منتخب ہونیوالے عاکف ۱۹۲۳ء میں اس مجلس کی ہی برطرفی پر دل برداشتہ ہوکر ۱۹۲۵ میں قاہرہ چلے گئے۔ مصر میں غربت اور مادی مسائل کے شکار عاکف جگر کی بیماری کا شکار ہو گئے۔ ۱۹۳۶ء میں اناطولیہ واپس آئے اور استنبول میں ۲۷ دسمبر ۱۹۳۶ میں انتہائی کمپرسی کی حالت میں وفات پا گئے۔ کہتے ہیں کہ ان کے جنازہ اٹھانے کے لیے بڑی مشکل سے چار آدمی ملے۔ جب لوگوں کو پتہ چلا کہ یہ جنازہ محمد عاکف ارسوئے کا ہے تو نوجوان کا ایک اژدہامِ کثیر جنازہ پڑھنے کے لیے اُمڈ آیا۔ البتہ کوئی سرکاری عہدہ دار یا حکومتی فرد جنازے میں شریک ہونے والوں میں نہ تھا۔ گلی کے کنارے بنے ایک ریسٹورنٹ کے دروازے سے ترک جھنڈا اتارا گیا جس کے ذریعے مرحوم کے جنازے کو ڈھانپ دیا گیا۔ یہ ہی اس کا پروٹوکول بھی تھا اور کفن بھی۔ البتہ ان کی وفات کے دو سال بعد ان کی یاد میں بڑے بڑے پروگرام بھی ہونے لگے اور ہر سال ان کو خراجِ تحسین کے ساتھ ساتھ ان کے قصائد بھی پڑھے جانے لگے۔ قاسمی صاحب نے بالکل ٹھیک کہا تھا

عمر بھر سنگ زنی کرتے رہے اہل وطن
یہ الگ بات کہ دفنائیں گے اعزاز کے ساتھ

صفحات میں ہندوستان:

''عربی زبان کا ایک محاورہ ہے "جب کسی انسان کو کسی دوسرے انسان سے محبت ہو جاتی ہے تو وہ ہر بات، سوچ اور فکر میں اس کا تذکرہ کرتا ہے"۔ [۱]

اگر ہم اس محاورے کو ذرا توسیع النظری سے دیکھیں تو یہ سچ بھی ہمارے سامنے آتا ہے کہ یہ محبت کا انداز محض فرد سے دوسرے فرد تک خاص نہیں بلکہ جب کوئی قوم اور معاشرہ کسی دوسری قوم یا معاشرے سے محبت کرتا ہے تو اس کا بھی حال اس سے چنداں مختلف نہیں ہوتا۔

برصغیر پاک و ہند اور اناطولیہ کے خطوں کے درمیان ثقافتی، تہذیبی، تاریخی اور محبت و اخوت کا یہ لازوال رشتہ صدیوں پہلے شروع ہوا تھا جو ہر گزرتے لمحہ کے ساتھ نہ صرف مزید مضبوط ہو رہا ہے بلکہ آزمائش کی ہر کسوٹی پر بھی بخوبی پورا اترا ہے۔

۱۸۵۷ء میں ہندوستان کی کمپنی سے آزادی کے لیے لڑی جانے والی جنگ آزادی ہو یا پھر ۱۹۲۰ء۔۱۹۴۷ء ملکہ برطانیہ سے آزادی کی اعصاب شکن جنگ ہو، اناطولیہ کے باسیوں نے ہمیشہ ہندوستانیوں بھائیوں سے بغیر کسی فرق رنگ ونسل اور دین کے ہر محاذ پر جتنا ممکن ہو سکا اس سے بڑھ کر اس کا ساتھ دیا۔ دوسری جانب ہندوستانیوں نے ترکی اور ترکوں سے محبت کی ہر مشکل وقت میں ایسی مثالیں قائم کیں ہیں جن کی نظیر غالبا شمسِ دنیا نے پہلے کبھی نہ دیکھی ہو۔ کئی ہندوستانی جانبازوں نے چناق قلعہ، غازی مصطفیٰ کمال اتاترک کی قیادت میں لڑی گئی جنگ آزادی میں اس خلوص سے شرکت کی کہ ہندوستانیوں نے ہمیشہ کے لیے ہمارے دل جیت لیے ہیں۔

محبت و اخوت کا یہ رشتہ اور تعلق محض میدان حرب وضرب تک ہی محدود نہیں بلکہ تجارت، ادب اور تعلیمی میدان میں بھی لازوال ہے۔ کیونکہ ترکی اور پاکستان کی دوستی کے اس پہلو پر بہت کم لکھا گیا ہے اس لیے مناسب سمجھا کہ کچھ اس پر لکھا جائے۔ بلاشبہ اس کی سب سے بڑی مثال ترکی کے قومی شاعر محمد عاکف ارسوی ہیں۔ جنہوں نے جہاں ایک طرف برصغیر کے باشندوں کے جذبے اور حوصلہ کی تعریف کی ساتھ ہی ساتھ اس وقت کی حاکم طاقت برطانیہ کو بھی حدف تنقید بنایا ہے۔ جنہوں نے اپنی شاعری میں ہندوستانیوں کی خون پسینہ کی کمائی سے کیسے لندن میں نئی عمارتیں اور فیکٹریاں بنائی گئیں اس پر بہت خوب انداز میں لکھا ہے۔ اور شاعرِ مشرق یا پھر عاکف کے الفاظ میں " رومیِ زمانہ ما" نے تو اپنی لازوال شاعری میں مرشدِ رومی، ترکی اور ترکوں سے محبت کو ایسے انداز میں بیان کیا ہے جس کی مثال مشکل ہی نہیں بلکہ نہ ممکن ہے۔

برصغیر اور اناطولیہ کے باسیوں کے تعلقات کئی صدیوں پر محیط ہیں اور جمہوری ترکی کی آزادی اور قیام

پاکستان نے ان تعلقات کو نئی جہات سے روشناس کروایا ہے۔اس موضوع پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور اس کانفرنس میں بھی بہت سے دوستوں نے اس موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ کیونکہ میرا موضوع محمد عاکف ارسوئے کی کلیاتِ اشعار بنام صفحات میں اس خطہ کے متعلق بحث کرنا ہے اس لیے میں نے کوشش کی ہے کہ اپنے منتخب کردہ موضوع سے زیادہ باہر نہ نکلوں۔

اس حوالہ سے ۱۹۱۰ء میں عاکف کے قلم سے نکلی مشہور نظم " سلیمانیہ مدرسہ میں" انتہائی اہم نظم ہے۔ عاکف نے اپنی اس طویل نظم میں جہاں اپنی روح کو جسم کے بت سے اڑا کر پوری دنیا کا چکر لگایا ہے اس کے ساتھ ساتھ مختلف اقوام اور علاقوں کی چشمِ حال سے سیر بھی کی ہے۔ان کی نظم ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے عاکف نے ان شہروں کو خود گھوم پھر کر دکھا ہوا اور ایک لمبا عرصہ ان میں گزارنے کے یہ نظم لکھی ہو۔ یہ نظم دراصل سلیمانیہ مدرسہ کے ایک مدرس عبدالرشید ابراہیم کا سیاحت نامہ ہے جو انہوں نے پورے مشرق کو پھر کر سلیمانیہ مسجد میں بیان کیا تھا۔ عاکف نے اس سیاحتِ نامہ کو اشعار کی شکل دے کر امر کر دیا۔عبدالرشید ے اگست ۱۹۰۹ء میں سنگاپور گئے اور پھر وہاں سے بمبئی کے راستے ہندوستان میں داخل ہوئے۔ مدرس عبدالرشید ابراہیم نے اپنے سفرنامے میں ہندوستان کے متعلق لکھا ہے۔

ہندوستان بنیادی طور پر مذاہب کی پیدائش گاہ ہے ہندوستان میں انگریزوں کی مالی معاونت کی وجہ سے بہت سے نئے مذاہب وجود میں آرہے ہیں۔ ان سب کا ایک ایک نمونہ بمبئی میں دیکھا جا سکتا ہے۔ اصل میں ہندوستانی عرصہ دراز سے غلامی کی عادی قوم بن چکی ہے۔انگریز حکومت جتنی مرضی ظلم کرلے کسی ایک بھی ہندوستانی کی صدائے بغاوت بلند نہ ہوگی۔ بالخصوص ہندوں نے اس ذلت کو مکمل طور پر قبول کرلیا ہے۔نہ صرف سادہ لوح عوام بلکہ لندن سے تعلیم یافتہ ہندوستانی افسران بھی جاہل عوام کی طرح انگریزوں کی حاکمیت کو قبول کر چکے ہیں۔ میں نے دو چار افسران سے ملکر پوچھا کہ آپ لوگوں کو انگریزوں افسران کے اوپر افسر مقرر کیوں نہیں کرتے ؟ اور آپ لوگوں کی اور آپ کے رتبہ کے انگریز افسروں کی تنخواہیں کیوں مساوی نہیں ہیں؟ ان کا جواب سن کر آپ کو حیرت ہوگی۔ان لوگوں نے جواباً کہا کیونکہ "انگریز صاحب" یعنی مالک ہیں۔ یہاں انگریز مزدور بھی ہو وہ بھی ہندوستانیوں کے لیے صاحب ہے۔عبدالرشید کو ہند یاترا کے دوران کافی مصائب کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ وہ جہاں جاتے ایک انگریز پولیس آفیسران کا پیچھا کرتے ہوئے ہر جگہ پہنچ جاتا۔ چنانچہ عاکف نے مدرس کی اس بات کو یوں کہا

Hindibatanbaagezmektimurâdm,lâkin,

Nerdeolsam,benitakîbiyüzündenpolisin

Tâkatimbittidevazgeçmedemuztarkaldim;

Kaldmammayinehermahfileazçokdaldm ! [۲]

میری مراد تو سارے ہندوستان کی سیر کرنا تھی لیکن

جہاں بھی گیا وہ ایک پولیس آفیسر کو تعاقب کرتے ہوئے پایا
میری طاقت ختم ہوگئی اور میں اپنے ارادے کو بدلنے پر مجبور ہوگیا
پھر بھی بہت سی مجالس میں اچانک جا وارد ہوا

پھر مدرس نے انگریزوں کی اس نوآبادیات کے متعلق بات کرتے ہوئے کہا کہ انگریزوں کی غلامی کی زنجیروں میں جکڑی اس ملت کے نوجوان دین اور مغربی علوم پر مکمل عبور رکھتے ہیں۔ میں کہہ سکتا ہوں کہ یہ قوم اپنی مراد کو حاصل کرلے گی۔

Rûh-iedyânigörür,hikmet-iKuranibilir
Ulemâvarki:HuzûrundabugünGarpeilir
Helehayrankalrinsanyetiengençlerede:
Bunlarnbirçoutahsilederngilterede
Bakiyorsun:Elisanatli,fakat,tirnaksiz!
FuhSuyokiçkisiyokhimmetiyüksekgözütok;
Ser-imasûmaolanhürmetibizlerdençok.
Böyleevlâdokutanmilletinistikbâli, ۳؎

ادیان کی روح سے آشنا،حکمت قرآن سے باخبر
ایسے علماء ہیں کہ میں غریب نے ان کے آگے اپنا سر جھکا دیا
اور اس قوم کے نوجوانوں کی صلاحیتیں تو انسان کو حیران کردیتی ہیں
ان میں سے اکثریت نے انگلستان سے تعلیم حاصل کی ہوتی ہے
آپ دیکھیں گے ہاتھ میں آرٹ وہ شخص جس کی انگلیوں کے ناخن بھی گر چکے ہیں
فحاشی کی نہ کوئی عادت، نہ شرابی، بلند ہمت اور آنکھ پر باش
ملت کے یہ لوگ اپنے بچوں کو مستقبل کے لیے تعلیم دلوا رہے ہیں

بڑی خبر سے آگاہ ہیں اور عثمانیوں کے دارالحکومت میں کیا ہو رہا ہے اس کے متعلق جاننے کے لیے بے چین رہتے ہیں۔ عاکف نے برصغیر کے لوگوں کی عثمانیوں سے محبت اور خلیفہ کے ساتھ عقیدت کو ان الفاظ میں ذکر کیا ہے

Haydarâbâdagiderken,beni teIyîegelen
MîzebâninnehazinçiktiSu seskalbinden:
Ahbizhayrayararunsur-îîmandegiliz...
HindinIslâminipekTürkekiyâsetmeyiniz.

Onlarinrûh₋iSehâmetlecosankanlarivar;

Bizdeyoköylesamîmîasabiyyet,odamar.

Buagirzilleteukbâyakadarmahkûmuz..

Duymuyorçektigihüsranlarizîrâçogumuz!

VarsaümmîdimizOsmanlilarinSevketidir.

OnubirkerreiSitsek...Busa âdetyetiSir." [۴۷]

حیدر آباد کی طرف جاتے ہوئے، مجھے لے کر جانے والی سواری
کے میزبان کے دل سے افسردہ یہ آواز نکلی
آہ! ہم میں ایمان کا بنیادی عنصر خیر باقی نہ رہا
ہند کے اسلام کو ترکی کے اسلام پر قیاس نہ کرنا
ان کی روحیں سلامت ہیں اور ان کے خون میں جوش ہے
ہم میں نہ ہی وہ دم ہے اور نہ ہی ان جیسی قوم پرستی
یہ بھاری ذلت قیامت تک ہم پر مسلط ہو کر دی گئی ہے
ہم جس ذلت سے گزر رہے ہیں اکثر کو اس کا ادراک نہیں
اگر ہمیں امید ہے تو عثمانی بادشاہ سے ہے
اگر اس کو ایک بار دیکھ لیں تو میرے لیے کافی ہے

عاکف نے جہاں ایک طرف طاغوتی طاقتوں کے سامنے کھڑے ہوئے تو دوسری جانب ان کی عیاریوں اور مکاریوں سے بھی پردہ چاک کیا ہے۔ جیسا کہ ہم سب کے علم میں ہے عثمانیوں کے مشکل ترین وقت میں جس قوم نے سب سے زیادہ مالی معاونت کی وہ برصغیر کے مسلم قوم ہی تھی۔ اس لیے جب یورپی طاقتوں نے سونے کی چڑیا کہے جانے والے اس خطہ کے قیمتی اثاثہ جات اپنے ممالک میں لے کر جا رہے تھے تو عاکف نے اس پر بھی شدید تنقید کی تھی۔ ہندوستان پر انگریزی راج کے زمانہ میں کہ جس میں کوہ نور جیسے قیمتی ہیرے، بنگال کی خالص روئی اونے پونے داموں میں انگلستان جانے لگی اور مقامی آبادی بھوک اور قحط کے ہاتھوں مرنے لگے تو عاکف نے اس کا درد محسوس کیا جو ان کی نظم "یاداشتیں برلن" میں شامل ہیں۔

یہ صفحات کی پانچویں کتاب ہے جو اصل میں محمد عاکف ارسوئے کی جنگ عظیم اول کے دوران برلن کی جانب کیے گئے سفر کی یاداشتیں ہیں جن کو انہوں نے اشعار کی صورت میں لکھا تھا۔ جس میں انہوں نے بعض اشعار میں قرآنی آیات اور احادیثِ رسول کو اپنے اشعار میں بیان کیا ہے۔ بلقان کی جنگ کے اختتام کے فوراً بعد ہی عاکف کو برلن میں محصور مسلمانوں کو وہاں سے نکالنے کے لیے جرمنی جانا پڑا تھا۔ عاکف نے وہاں جا کر اندازہ لگالیا

تھا کہ اس جنگ کے بعد مصیبت زدہ ملتِ اسلامیہ کے مصائب میں مزید اضافہ ہوگا عاکف کا کہنا تھا کہ جنگ عظیم اول، ترک قوم کے محاربہ بلقان اور اس سے قبل کے محاربوں میں لگے ہوئے زخموں کو تازہ کردی گی۔اس پورے کتاب میں عموماً شاعر پر ایک افسردگی کی حالت طاری رہتی ہے۔ ہندوستان کے متعلق بات کرتے ہوئے عاکف اس میں کہتے ہیں

Oeskima'bed-iirfan,omehd-iIbrahim;

OSimdi,boynubükülmüS zavallihak-iyetim!

Zaman-irüSdünüandikçaaglasindursun,

IkizvesayetialtindaIngiliz'leRus'un.

BütünhazainiHind'in,omuhteSemyurdun,

GiderdehirsiniteskineüçSakilordun;

Zavalliyerikitlikzamanzamankemirir;

Bu,kantükürmeyebaksin...O,muttasilsemirir!۵

وہ قدیم معبدِ عرفان، وہ وطنِ ابراہیم
اب وہ ناک ٹیڑھی کرکے خاک پر رگڑ رہا ہے
وہ اپنے زمانہ عروج کو یاد کرکے روئے گا
اس کے نیچے سے روس اور انگریز کی اشتراکت نکلے گی
عظیم وطن ہندوستان کے سارے خزانے
جو کہ ڈاکو لارڈ کی حرص کا شکار ہو گئے
بے چارہ مقامی قحط سے ایڑیاں رگڑ رہا ہے
اور یہ خون تھوکنے والا شکم سیر ہے

محاربہ چناق قلعہ نہ صرف ترک تاریخ بلکہ دنیا کی تاریخ کا ایک انوکھا واقعہ ہے۔جس میں ترک قوم کے مقابل انگریزوں اور یونانیوں کی سرپرستی میں نیوزی لینڈ سے آسٹریلیا اور سنگاپور سے ہندوستان تک ہر قوم کے افراد کو دھوکے یا زور زبردستی سے چناق قلعہ کے ساحلوں پر لا کھڑا کر دیا گیا۔عثمانیوں کو جہاں ایک طرف عرب علاقوں کی بغاوتوں کا سامنا تھا تو دوسری جانب مغربی ساحلوں پر یورپی مگرمچھ بھی جبڑے کھولے حملہ آور تھے۔ چنانچہ عاکف نے اس کا ذکر اپنی ایک اور مشہور کتاب "عاصم" میں کیا ہے۔عاکف کے اس لفظ کو استعمال کرنے کے بعد یہ ترکی زبان اور ترک تاریخ میں ایک اصطلاح کی حیثیت حاصل ہوگئی تھی۔ بالخصوص گزشتہ بیس سالوں میں اس لفظ کی اتنی تشریح وتوضیح کی گئی ہے کہ شاید ہی ترکی میں رہنے والا کوئی ایسا باسی ہو جس نے اس لفظ کو نہ سنا یا اس کے متعلق کسی

کتاب یا اخبار میں نہ پڑھا ہو۔ عاکف نے کہا تھا کہ چناق قلعہ کے شہداء کے وارثوں کی ایک ایسی نسل چاہتا ہوں جن میں غیرت ایمانی، اعلیٰ اخلاق اور علم دوستی رچی بسی ہو۔ اور اس نسل کو نام دیا تھا عاصم نسل۔ یہ وہی خواہش ہے جو اقبال نے مردِ مومن یا شاہین بنانے کے لیے ہند کے نوجوان کے لیے کی تھی۔ اقبال کے الفاظ میں

یقیں محکم عمل پیہم محبت فاتح عالم

یہ عاکف کی چھٹی کتاب تھی جو ۱۹۲۴ء میں مکمل ہوئی اور اب صفحات یعنی کلیاتِ عاکف میں شامل ہے۔ اس کتاب میں چار افراد کے درمیان مکالمہ بازی ہے۔ ان میں سے ایک پیرزادہ ہے، ایک چھوٹی داڑھی والا امام، تیسرا آدمی امام کا بیٹا عاصم اور چوتھا شخص صاحبزادہ کا بیٹا ہے۔ عمومی طور پر کتاب میں امام اور صاحبزادہ کے درمیان ملکی حالات اور مسائل پر بات ہوتی ہے اور ساتھ ہی ساتھ ان کی گفتگو کا خاص موضوع جنگ عظیم اول ہوتی ہے۔ جب کہ باقی دونوں بچے کتاب کے آخری حصہ کی گفتگو میں سامنے آتے ہیں۔ کتاب کے آخر اشعار میں دونوں نوجوان عاصم اور پیر کا بیٹا سائنسی علوم حاصل کرنے کے برلن جرمنی روانہ ہو جاتے ہیں۔ غالبًا عاکف یہ کہنا چار ہے تھے کہ نئی مسلم نسل کو دینی کے علوم کے ساتھ ساتھ سائنسی اور جدید علوم پر خوب مہارت حاصل کرنی ہوگی۔ کیونکہ یہ ہمارے ہی علوم ہیں۔ مرحوم اقبال کے بقول

مگر وہ علم کے موتی، کتابیں اپنے آبا کی
جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارا

عاکف نے ترکوں کے ساتھ جن قوموں کا چناق قلعہ کے ساحل پر سامنا ہوا تھا ان کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں

YediiklimicihaninduruyorkarSmada,
Ostralya'ylaberaberbakiyorsun:Kanada!
ÇehrelerbaSka,lisanlar,derilerrengârenk;
Sadebirhadisevarortada:VahSetlerdenk
KimiHindu,kimiyamyam,kimibilmemnebela...
Hani,ta'unadazüldürburezilistila! ۲۱

تمہارے سامنے سات جہاں آ کھڑے ہیں
آسٹریلوی باشندے کے ساتھ کینڈی ہے
مختلف چہرے، مختلف زبانیں، جلد کے رنگ بھی ایک جیسا نہیں
ان سب میں مشترک صرف وحشت ہے

کوئی ہندو ہے تو کوئی آدم خور،کوئی نہ جانے کیا بلا
اس گھٹیا کو طاعون کہنا بھی بے شرمی ہے

وقت کی کمی کے پیش نظر اپنی بات کو یہی ختم کرتا ہوں۔اپنی بات کو ختم کرتے ہوئے یہ بھی آپ حضرات کے سامنے عرض کرتا چلوں کہ تنگ دستی وقت نے دامن تھام رکھا ہے ورنہ عاکف کے اشعار ہندوستان کی تاریخ، جغرافیہ اور تہذیب وثقافت کے متعلق لکھتے ہیں صفحات بھری ہوئی ہے۔ایک بات جو اقبال اور عاکف میں مشترک ہے وہ امید کے دامن کو کبھی نہ چھوڑنا ہے۔ایسے سنگین حالات میں بھی عاکف پر امید رہے اور ان کی امیدیں 14 اگست 1947ء کو جب مسلمانانِ ہند نے اپنے لیے ایک علیحدہ وطن حاصل کرلیا تھا۔بس اب ضرورت ہے ترکی کو بھی اور اہل پاکستان کو بھی کہ وہ آپسی دوستی آگے بڑھیں تاکہ ان عظیم انسانوں کی روحوں کو سکون مل سکے کہ جنہوں نے شاہین اور عاصم کا خواب دیکھا تھا ان کے بچوں نے ان کے خواب کو تعبیر کردیا ہے۔

فرد قائم ربط ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں بیرون دریا کچھ نہیں

حواشی:

۱۔ مصطفیٰ قرابولوت،ڈاکٹر،محمد عاکف ارسوئے حیات، شخصیت، اور اسقتلال مارش، (آدیامان:عوامی کتب خانہ،۲۰۱۲ء)،ص۱۰۱
۲۔ ارسوئے،محمد عاکف،صفحات، دوسری کتاب، سلیمانیہ مدرسہ، (انقرہ:ترکی دیانت وقف،۲۰۱۳ء)ص،۱۵۴
۳۔ ایضاً،ص:۱۵۵
۴۔ ایضاً،ص:۱۵۵
۵۔ ارسوئے،محمد عاکف،صفحات،پانچویں کتاب، یادداشتیں، (انقرہ:ترکی دیانت وقف، ۲۰۱۳ء)،ص۹۴۲
۶۔ ایضاً،ص:۳۸۵

مآخذ:

۱۔ ارسوئے،محمد عاکف،صفحات، دوسری کتاب، سلیمانیہ مدرسہ، انقرہ:ترکی دیانت وقف،۲۰۱۳ء

۲۔ ارسوئے،**محمد عاکف**،صفحات، چھٹی کتاب، عاصم، **انقرہ**: ترکی **دیانت وقف**،**۲۰۱۳ء**

۳۔ ارسوئے،**محمد عاکف**،صفحات،پانچویں کتاب، یادداشتیں، **انقرہ**: ترکی **دیانت وقف**،**۲۰۱۳ء**

۴۔ **مصطفیٰ قرابولوت**،ڈاکٹر،محمد عاکف ارسوئے حیات، شخصیت، اور اسقتلال مارش، آدیامان: **عوامی کتب خانہ**،**۲۰۱۲ء**

☆☆☆